باب نمبر 4

اقتدارِاعلیٰ
(Sovereignty)

اقتدارِاعلیٰ یا حاکمیت کا مفہوم

اقتدارِ اعلیٰ یا حاکمیت انگریزی زبان کے لفظ (Sovereignty) کا ترجمہ ہے۔ (Sovereignty) لاطینی زبان کے لفظ (Superanus) سے نکلا ہے جس کے معانی برتر اور حاوی کے ہیں۔ اقتدارِ اعلیٰ ریاست کی روح ہے۔ اگر اقتدار اعلیٰ ختم ہوجائے تو ریاست بھی ختم ہوجاتی ہے۔ اقتدار اعلیٰ ریاست کا برتر، عظیم اور مطلق العنان اختیار ہے جس کی بدولت ریاست اپنے تمام باشندوں کو اپنے تابع رکھتی ہے۔ وہ اپنے علاقے کو دیگر علاقوں کے حکمرانوں کے دباؤ سے آزاد اور خودمختار بناتی ہے۔

اِقتدارِ اعلیٰ کا تصور صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ قدیم یونانی فلسفیوں افلاطون اور ارسطو نے اپنی تحریروں میں اس اعلیٰ ترین اختیار کا ذکر کیا ہے۔ ارسطو اقتدارِ اعلیٰ کو ریاست کی عظیم اور برتر طاقت لکھتا ہے۔ ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں ریاست کے برتر اختیار کی تفصیلاً بحث کی ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ کا واضح اور مکمل تصور پہلی بار سولھویں صدی میں ایک فرانسیسی مفکر ژان بوداں نے اپنی تصنیف ری پبلکا (Republica) میں پیش کیا۔

اقتدارِاعلیٰ کی تعریف (Definition of Sovereignty)

1- ارسطو: ''اقتدارِ اعلیٰ ریاست کی عظیم اور برتر طاقت ہے۔''

2- روسو: ''اقتدارِ اعلیٰ مطلق، قطعی، ناقابل تقسیم اور ناقابل انتقال اختیار کا نام ہے۔''

3- برجیس: ''مطلق العنان، لامحدود اور بنیادی قوت جو ریاست کے تمام باشندوں اور اداروں پر حاوی ہو۔''

4- ژاں بوداں: ''اقتدار اعلیٰ ریاست کا وہ اعلیٰ اختیار ہے جس پر کوئی پابندی نہ ہو۔''

5- ولوبائی: ''اقتدارِ اعلیٰ ریاست کی برتر مرضی کو کہتے ہیں۔''

6- جان آسٹن: ''اگر کوئی مخصوص برتر فرد جو اپنے جیسے کسی دوسرے برتر فرد کی اطاعت کا عادی نہ ہو اور عوام کی بڑی اکثریت اس کے احکامات کی عادتاً پیروی کرتی ہو وہ مقتدرِ اعلیٰ ہے اور وہ معاشرہ اُس برتر فرد سمیت آزاد اور خودمختار معاشرہ ہے۔''

مندرجہ بالا تعریفوں سے اقتدارِ اعلیٰ کے دو پہلو نکلتے ہیں۔

1- اندرونی اقتدارِ اعلیٰ

ایک ریاست کے اندر رہنے والے تمام باشندے اور اُن کے بنائے ہوئے تمام ادارے جس اختیار کے تابع ہوں وہ اندرونی اقتدارِ اعلیٰ ہے۔ ریاست کی حدود میں نہ کوئی جماعت اور نہ کوئی ادارہ اس کے کنٹرول سے آزاد ہوتا ہے۔

2- بیرونی اقتدارِ اعلیٰ

بیرونی اقتدار اعلیٰ ریاست کو غیر ملکی دباؤ سے آزاد رکھتا ہے۔ یہ خودمختار اور مطلق العنان ہوتا ہے۔ جب ریاست پر دوسری ریاستوں کا دباؤ نہ ہو اور وہ تمام فیصلے اپنی مرضی سے کرنے کی مجاز ہو تو وہ اقتدارِ اعلیٰ کی حامل ہوتی ہے۔ ریاست اقتدارِ اعلیٰ کی بنا پر اپنی پالیسیاں خود ترتیب دیتی ہے اور بیرونی تعلقات قائم کرتی ہے۔

اقتدارِاعلیٰ کے نمایاں خدوخال (Salient Features of Sovereignty)

1- پائیداری (Permanance)

ریاست کا اقتدارِاعلیٰ پائیدار ہوتا ہے اور ریاست کی آزادی اور خودمختاری کی دلیل ہوتا ہے۔ اسے ہم ریاست کی روح کہہ سکتے ہیں۔ اقتدارِاعلیٰ کی عمر ریاست کی عمر کے مساوی ہوتی ہے۔ ریاست کا خاتمہ اقتدارِاعلیٰ کے خاتمے کا باعث بنتی ہے۔

2- مطلق العنانیت (Absoluteness)

اقتدارِاعلیٰ لامحدود اور مطلق العنان ہوتا ہے۔ مقتدرِاعلیٰ کسی کو جواب دہ نہیں ہوتا۔ ریاست کے اندر کوئی ادارہ یا فرد اس سے برتر نہیں ہوتا بلکہ تمام افراد اور ادارے اس کی مرضی کے پابند ہوتے ہیں۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہوتی اور یہ دوسروں پر پابندیاں نافذ کر سکتا ہے۔ یہ خود اپنی مرضی سے اپنے آپ پر پابندیاں لگالے تو یہ اُس کی منشا ہے۔ کوئی بیرونی دباؤ اُس پر نہیں ڈالا جاسکتا۔

3- منفرد حیثیت (Exclusiveness)

اقتدارِاعلیٰ ایک منفرد اور جداگانہ حیثیت کا نام ہے۔ ریاست کے اندر مقتدرِاعلیٰ کے برابر اختیارات رکھنے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔ یہ ہر چیز، ہر فرد اور ہر تنظیم پر حاوی ہوتا ہے۔ جس طرح ایک میان میں دو تلواریں نہیں سماسکتیں اسی طرح ایک ریاست میں ایک سے زیادہ مقتدرِاعلیٰ نہیں رہ سکتے۔ ریاست میں سب کچھ مقتدرِاعلیٰ کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے تمام احکامات جاری کیے جاتے ہیں۔ اس کے اختیار میں کوئی اور شامل نہیں ہوتا۔ وہ بلاشرکتِ غیر تمام امور پر حاوی ہوتا ہے۔

4- جامعیت (Comprehensiveness)

ریاست کی حدود کے اندر اقتدارِاعلیٰ کا اثر تمام جگہوں، اداروں اور افراد پر ہوتا ہے۔ کوئی فرد، ادارہ یا جگہ اقتدارِاعلیٰ کے کنٹرول سے باہر نہیں ہوتی۔ کسی کو یہ کہنے کا اختیار نہیں ہے کہ وہ مقتدرِاعلیٰ کے فیصلوں کا پابند نہیں ہے۔ ریاست کی جغرافیائی حدود کے علاوہ اُس کی برّی، بحری اور فضائی حدود میں بھی اقتدارِاعلیٰ کا کنٹرول ہوتا ہے۔

جامعیت کا اصول غیر ملکی سفارت خانوں کی عمارات، کارندوں اور گاڑیوں پر لاگو نہیں ہوتا۔ انھیں بہت سی پابندیوں سے بے نیاز رکھا جاتا ہے۔ ایسی رعایتیں غیر ملکی سفارت خانوں کو مقتدرِاعلیٰ خود اپنی خوشی سے دیتا ہے۔ اُس پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا وہ یہ رعایتیں واپس بھی لے سکتا ہے اور سفارت کاروں کو اپنی ریاست کی حدود سے باہر نکلنے کا حکم دے سکتا ہے۔ یہ رعایتیں تمام دنیا میں ایک جیسی ہیں۔

5- ناقابلِ تقسیم (Indivisible)

اقتدارِاعلیٰ منقسم نہیں ہوتا۔ اس کے دو یا زیادہ حصے نہیں بنائے جاسکتے۔ ایک ریاست میں مقتدرِاعلیٰ صرف ایک ہوتا ہے۔ اگر ہمیں صدر، وزیر اعظم اور پارلیمنٹ میں اختیارات کی تقسیم نظر آتی ہے یا وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے علیحدہ علیحدہ اختیارات کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد حکومتی اختیارات کی تقسیم ہے۔ ایسی تقسیم کا اقتدارِاعلیٰ سے تعلق نہیں ہوتا۔ امریکا میں نظریۂ تقسیمِ اختیارات کے تحت اختیارات مرکز اور یونٹوں میں تقسیم کیے ہیں، تو یہ حکومتی اختیارات ہیں۔ آئین کے تحت اقتدارِاعلیٰ ریاست کو حاصل ہوتا ہے حکومت کو نہیں۔ اگر کہیں اقتدارِاعلیٰ کو عملاً دو یا زیادہ ریاستوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے تو یہ خود ریاست کی بھی تقسیم ہو جاتی ہے، جیسے 1971ء میں پاکستان تقسیم ہو گیا۔ اور دو الگ ریاستیں معرضِ وجود میں آگئیں۔

6- ناقابلِ انتقال (Inalienable)

ریاست کا اقتدارِ اعلیٰ منتقل نہیں ہوتا۔ یہ اپنی حقیقی حالت میں قائم رہتا ہے۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جو اختیارات منتقل ہوتے ہیں، وہ حکومت کے اختیارات ہوتے ہیں۔ اگر ایک ریاست کا اقتدارِ اعلیٰ کسی حصے پر قائم نہیں رہتا تو وہ حصہ ریاست سے نکل جاتا ہے۔ جس طرح انسانی جسم کی تقسیم انسانی جان کے خاتمے کا باعث بنتی ہے، اسی طرح اقتدارِ اعلیٰ کی تقسیم ریاست کے خاتمے کا باعث بنتی ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ کے حوالے سے لائبر (Liber) کہتا ہے کہ "اقتدارِ اعلیٰ کی منتقلی ایسے ہی ہے جیسے کسی درخت کو اُس کی نشوونما کا حق نہ دیا جائے یا کوئی فرد اپنی شخصیت کسی دوسرے کو منتقل کردے اور زندہ بھی رہے۔"

7- ناقابلِ زوال (Imprescriptible)

اگر کوئی ریاست اپنے کسی علاقے، جزیرے یا حصے پر اپنا اقتدارِ اعلیٰ عملاً کچھ مدت کے لیے استعمال نہیں کرتی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُس کا اقتدارِ اعلیٰ ختم ہوجاتا ہے۔ وہ جب چاہے اپنے اثر کو اس حصے تک بڑھا سکتی ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ کو کبھی زوال نہیں آتا۔ ریاست اپنی افواج یا پولیس کے دستے بھیج کر اپنا اقتدارِ اعلیٰ بحال کرسکتی ہے۔

اقتدارِ اعلیٰ کی اقسام

(Kinds of Sovereignty)

1- برائے نام اور حقیقی اقتدارِ اعلیٰ (Titular and Real Sovereignty)

جب برطانیہ میں بادشاہت مطلق العنان تھی تو وہاں بادشاہ اقتدارِ اعلیٰ کا مظہر تھا اور اس کا استعمال بھی حقیقی طور پر اُسی کی مرضی سے ہی ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ جمہوری اقدار متعارف ہوئیں اور بالآخر بادشاہ بے اختیار اور برائے نام حیثیت اختیار کر گیا۔ حقیقی قوت وزیرِاعظم، کابینہ اور پارلیمنٹ کو منتقل ہوگئی۔ آج کل بادشاہ رسمی اور برائے نام اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہے۔ آئین نے حقیقی اقتدارِ اعلیٰ تاج کے سپرد کر دیا ہے۔ تاج ایک ادارہ بن گیا ہے جو بادشاہ، وزیرِاعظم، وزرا اور پارلیمنٹ کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح پاکستان اور بھارت میں صدر برائے نام حیثیت کا مالک ہے اور وہی کردار ادا کر رہا ہے جو برطانیہ میں ملکہ نبھا رہی ہے۔

2- آئینی اور سیاسی اقتدارِ اعلیٰ (Legal and Political Sovereignty)

ریاستوں میں انتخابات منعقد ہوتے ہیں۔ رائے دہندگان اپنی اپنی آرا کا اظہار کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں، ان رائے دہندگان کی راہنمائی کرتی ہیں۔ انتخابی عمل کے بعد حکومت قائم ہوتی ہے۔ صدارتی نظام میں صدر اور پارلیمانی نظام میں وزیرِاعظم حکومت کی باگ ڈور سنبھالتا ہے۔ اس طرح قائم ہونے والی حکومت کو اقتدارِ اعلیٰ کے استعمال کا حق مل جاتا ہے۔ آئین کی رو سے بننے والی حکومت جس اختیار کو استعمال کرتی ہے، آئینی اقتدارِ اعلیٰ کہلاتا ہے۔ اس اقتدارِ اعلیٰ پر اثر انداز ہونے والی قوتیں وہی ہوتی ہیں جو انتخابی عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ بعد میں یہ حکومت کو اپنی پسند کے مطابق فیصلے دینے کے لیے دباؤ ڈالتی رہتی ہیں۔ یہ قوتیں سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کہلاتی ہیں جو رائے دہندگان ہوتے ہیں۔ پروفیسر ڈائسی (Prof. Dicey) لکھتا ہے "سیاسی اقتدارِ اعلیٰ وہ طاقت ہے جو قانونی اقتدارِ اعلیٰ کی پشت پر موجود ہوتی ہے اور جس کے سامنے قانونی اقتدارِ اعلیٰ کو جھکنا پڑتا ہے۔"

3- قانونی اور واقعی اقتدارِ اعلیٰ (De Jure and De Facto Sovereignty)

قانونی اور واقعی دونوں اقتدارِ اعلیٰ عام طور پر کسی ایک فرد یا ادارے کے ہاتھ میں رہتے ہیں۔ وہ واقعی طور پر اختیارات کا مالک ہوتا ہے

اور ریاست کا قانون بھی اُسے تسلیم کر رہا ہوتا ہے۔ اچانک ریاست میں انقلاب آتا ہے۔ کوئی فرد یا ادارہ طاقت کے زور سے قانونی حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قابض ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ریاست میں دو اقتدارِ اعلیٰ نظر آنے لگتے ہیں۔ برسرِ اقتدار آنے والا فرد یا ادارہ وقتی طور پر مقتدرِ اعلیٰ بن جاتا ہے۔ جب کہ شکست کھانے اور بے اختیار ہونے والے فرد یا ادارے کو تب بھی قانون صحیح تسلیم کر رہا ہوتا ہے۔ یوں دونوں اقتدارِ اعلیٰ بیک وقت وجود میں آ جاتے ہیں مثلاً جب فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے 1958ء میں پاکستان میں مارشل لا لگایا تو صدر سکندر مرزا کی حکومت تھی۔ مارشل لا کے بعد جنرل محمد ایوب خاں واقعی اقتدارِ اعلیٰ کا مالک بن گیا اور صدر سکندر مرزا قانونی اقتدارِ اعلیٰ کی حیثیت رکھتا تھا۔

4- عوامی اقتدارِ اعلیٰ (Popular Sovereignty)

ایک وقت تھا کہ بادشاہت واحد نظام کی حیثیت سے دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج تھا۔ اس نظام میں قوت کا سرچشمہ بادشاہ تھا۔ وہ مطلق العنان اور لامحدود اختیارات کا مالک تھا اور کسی کو جواب دہ نہیں تھا۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں مطلق العنانیت کے خلاف یورپ کی مختلف ریاستوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ ادیبوں شاعروں اور مفکرین نے ظالمانہ اور جابرانہ نظام کے خلاف آوازیں بلند کیں اور مطالبہ کیا کہ اقتدار عوام کو ملنا چاہیے۔ حکومت کو جواب دہ ہونا چاہیے۔ عوام کو حکومت میں تبدیلی لانے کا اختیار ملنا چاہیے۔ جمہوری انقلاب کے لیے روسو اور والٹیئر کی تحریروں نے اہم کردار ادا کیا۔ فرانس میں 1789ء میں انقلاب رونما ہوا۔ برطانیہ میں بتدریج جمہوریت کو فروغ ملا۔ ان کوششوں نے ایک نئی قسم کے اقتدارِ اعلیٰ کو جنم دیا، جس میں طاقت کا سرچشمہ عوام کو ٹھہرایا گیا، جسے عوامی اقتدارِ اعلیٰ کہتے ہیں۔

عوامی اقتدارِ اعلیٰ ہو تو تمام فیصلے عوام کی مرضی کو پیشِ نظر رکھ کر کیے جاتے ہیں۔ پالیسیاں بھی اُن کی مرضی کے مطابق اور اُن کے مفاد میں بنائی جاتی ہیں۔ قانون بنانے اور نافذ کرنے والے تمام ادارے عوام کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔ یہ اقتدارِ اعلیٰ آج کل سوئٹزرلینڈ میں ہے۔

اقتدارِ اعلیٰ کے نظریات
(Theories of Sovereignty)

تکثیر پسندوں کا نظریہ اقتدارِ اعلیٰ (Pluralistic Theory of Sovereignty)

تکثیری اقتدارِ اعلیٰ کے حامیوں میں لاسکی، دیوگی، کربے، میٹ لینڈ اور بارکر وغیرہ نمایاں نام ہیں۔ ماہرینِ سیاسیات کا یہ گروہ اقتدارِ اعلیٰ کو صرف اور صرف ریاست کے کنٹرول میں دینے کی بجائے اقتصادی، معاشرتی، مذہبی، ثقافتی، تعلیمی اور صنعتی اداروں کو دینے کا حامی ہے۔

تکثیر پسندوں کے بنیادی اصول

1- تکثیر پسندوں کا خیال ہے کہ قانون رسوم و رواج سے اخذ کیا گیا ہے اور ریاست کی تخلیق قانون نے کی ہے۔ وہ قانون کو ریاست کی پیداوار نہیں مانتے۔

2- تکثیر پسند ریاست کا خاتمہ نہیں چاہتے، البتہ اس کے مقام و اختیارات میں کمی کے حق میں ہیں۔

3- تکثیر پسند تمام اداروں کے اقتدارِ اعلیٰ کے قائل ہیں۔ وہ ریاست کو دیگر اداروں سے برتر ماننے کی بجائے ''برابر اداروں میں پہلا ادارہ'' کہتے ہیں۔

4- تکثیر پسند اقتدارِ اعلیٰ کو قابلِ تقسیم سمجھتے ہیں اور اسے مطلق العنان، لامحدود اور جامع ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

5- تکثیر پسند اقتدارِاعلیٰ پر متعدد پابندیوں کا اطلاق ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہ پابندیاں اخلاقی، بین الاقوامی، فطری اور مذہبی پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ وہ اقتدارِاعلیٰ کو بے لگام اور مکمل طور پر آزاد حیثیت دینے کی مخالفت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تمام پہلوؤں میں انسان کی یکساں ترقی کے لیے ضروری ہے کہ مختلف اداروں کو اقتدارِاعلیٰ میں شرکت کا موقع ملے۔

تکثیر پسندوں کے نظریے پر تنقید

تکثیر پسندوں کے نظریہ پر بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اگر تکثیر پسندوں کی سفارشات پر عمل کر لیا جائے تو:

1- دفاعی اعتبار سے ریاست بہت کمزور ہو جائے گی اور اپنے علاقوں اور آزادی کا تحفظ نہ کر سکے گی۔

2- مختلف تنظیمیں، ادارے اور انجمنیں الگ الگ حیثیت قائم کر لیں گے اور اتحاد و یکجہتی ختم ہو جائے گی۔

3- عوام کے لیے بہت سی انجمنیں پیدا ہو جائیں گی۔ کسی مرکزی اور غالب ادارے کے بغیر تمام ادارے من مانی کرنے لگیں گے تو عوام کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔

4- مختلف اداروں میں سے عوام کی وفاداریاں قائم رکھنے میں دشواریاں پیدا ہوں گی۔ فرد جو کئی اداروں سے تعلق رکھتا ہے بیک وقت سب سے وفاداریوں کے تعین میں مشکلات محسوس کرے گا۔ ہمیشہ ریاست سے وفاداری سب سے اولین سمجھی جاتی ہے۔ اور اُسی کی راہنمائی میں افراد مختلف اداروں سے وفاداریوں میں تناسب برقرار رکھتے ہیں۔

5- بدنظمی اور انتشار پیدا ہونے کا واضح امکان ہوگا۔ معاشرہ بکھر جائے گا اور امن وامان کی حالت بھی خراب ہو جائے گی۔ یہ ریاست ہی جو عوام اور اداروں کو اپنی اپنی جگہ رکھے ہوئے ہے اور ایک نظم و ضبط دکھائی دیتا ہے۔ تکثیری اقتدارِاعلیٰ کا مطلب یہ ہے کہ فرد کو بیک وقت کئی احکامات کی پیروی کرنا پڑے گی۔

آسٹن/ وحدت پسندوں کا نظریۂ اقتدارِاعلیٰ

(Austin's / Monistic Theory of Sovereignty)

تھامس ہابز، ژاں بوداں، گارنر اور بینتھم وغیرہ پہلے ہی مختلف ادوار میں اقتدارِاعلیٰ کا مفہوم اور تعریف بیان کر چکے ہیں لیکن اقتدارِاعلیٰ کا قانونی اعتبار سے ٹھوس اور واضح تصور پیش کرنے کا سہرا جان آسٹن کے سر ہے۔ جان آسٹن ایک انگریز فلسفی تھا، جس نے 1832ء میں اقتدارِاعلیٰ کا قانونی تصور اپنی شہرہ آفاق تصنیف Lectures on Jurisprudence میں پیش کیا۔

اقتدارِاعلیٰ کی تعریف (Definition of Sovereignty)

"ایک مخصوص برتر فرد جو کسی دوسرے فرد کی اطاعت کا پابند نہ ہو اور معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ اس کی اطاعت عادتاً کرتا ہو تو وہ برتر واعلیٰ فرد مقتدرِاعلیٰ کہلاتا ہے اور معاشرہ اس برتر فرد سمیت ایک سیاسی اور خود مختار معاشرہ ہوتا ہے۔"

آسٹن کے نظریۂ اقتدارِاعلیٰ کے خدوخال (Features of Austin's Theory of Sovereignty)

1- قانون مقتدرِاعلیٰ کا حکم

مقتدرِاعلیٰ بہت زیادہ طاقتور اور لامحدود اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہوتا اور اُس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو قانون کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ سب شہری اور اُن کی بنائی ہوئی انجمنیں، مقتدرِاعلیٰ کے حکم کی پابند ہوتی ہیں۔

2- برتر حیثیت

آسٹن کسی ایک فرد یا جماعت کو اقتدارِ اعلیٰ کا مالک کہتا ہے جسے بآسانی پہچانا جا سکے۔ روسو کے عوامی اقتدار کو وہ تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ اُس میں مقتدرِ اعلیٰ کی شناخت نہیں ہو سکتی۔

3- ناقابلِ تقسیم و ناقابلِ انتقال

آسٹن کا کہنا ہے کہ حکومتی اختیارات تقسیم اور منتقل ہوتے ہیں، اقتدارِ اعلیٰ نہیں۔ اقتدارِ اعلیٰ اپنے مقام پر قائم رہتا ہے اور ریاست کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔

4- مطلق العنان اور لامحدود

مقتدرِ اعلیٰ لامحدود اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ اُس کے اختیارات کی کوئی حد نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی کو جواب دہ ہوتا ہے۔ وہ سب پر حاوی ہوتا ہے اور کوئی فرد یا ادارہ اُس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ وہ ریاست کے اندر تمام قوتوں کا سرچشمہ ہوتا ہے اور خارجی طور پر دباؤ سے آزاد ہوتا ہے۔

5- اطاعت

عوام کی اکثریت مقتدرِ اعلیٰ کے حکم کے تابع رہتی ہے اور اطاعت کی عادی ہوتی ہے۔ وہ حکم سے رُوگردانی کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

6- لازمی عنصر

اقتدارِ اعلیٰ ریاست کا لازمی عنصر ہے۔ اگر اقتدارِ اعلیٰ ختم ہو جائے تو ریاست کا وجود بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ریاست نہ رہے تو اقتدارِ اعلیٰ بھی نہیں رہتا۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔

7- سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کی نفی

آسٹن صرف قانونی اقتدارِ اعلیٰ کو مانتا ہے۔ وہ سیاسی معاشرے میں قانونی اقتدارِ اعلیٰ پر دباؤ ڈالنے والی سیاسی قوتوں مثلاً رائے عامہ، سیاسی اور فشاری گروہوں وغیرہ کو جھٹلا کر سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کی نفی کرتا ہے۔

تنقیدی جائزہ

1- اقتدارِ اعلیٰ کی پہچان

آسٹن صرف ایسے اقتدارِ اعلیٰ کو مانتا ہے جو قانونی حیثیت کا حامل ہو اور جسے بآسانی پہچانا جا سکے۔ بادشاہت اور آمریت میں تو ایسا ممکن ہے لیکن جمہوری نظام میں صدر، وزیرِ اعظم اور پارلیمنٹ اقتدارِ اعلیٰ میں شریک ہوتے ہیں، وہاں واضح پہچان ناممکن ہے۔ آسٹن برطانیہ میں پارلیمنٹ کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کرتا ہے، لیکن وہ یہ جواب دینے سے قاصر ہے کہ اگر پارلیمنٹ کو برخاست کر دیا جائے تو اقتدارِ اعلیٰ کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

2- اقتدارِ اعلیٰ کی تقسیم و انتقال

آسٹن اقتدارِ اعلیٰ کو ناقابلِ تقسیم و ناقابلِ انتقال سمجھتا ہے، لیکن عملاً ہمیں یہ تقسیم شدہ اور منتقل ہوتا نظر آتا ہے۔ اگر آسٹن کے مطابق ریاست کو سارے اختیارات کا مالک مان لیں تو لوگوں کے مذہبی، ثقافتی اور خاندانی امور میں نامناسب مداخلت کر کے ریاست ظلم و زیادتی

کر سکتی ہے۔

3- سیاسی اقتدارِاعلیٰ

آسٹن قانونی اقتدارِاعلیٰ کے علاوہ کسی دوسری قسم کو نہیں مانتا حالانکہ سیاسی قوتیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں اور قانونی اقتدارِاعلیٰ کو اپنی پسند کے فیصلے کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ رائے دہندگان کو نظر انداز کرنا قانونی مقتدرِاعلیٰ کے لیے بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ وہ چاہیں تو اُس سے اقتدارِاعلیٰ چھین لیں۔ بنیادی منشا عوام کی ہوتی ہے۔ عوام کو خصوصاً جمہوری نظام میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

4- پابندیاں

آسٹن اقتدارِاعلیٰ پر کوئی پابندی منظور نہیں کرتا حالانکہ عملاً فطری، اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی پابندیوں کو قانونی اقتدارِاعلیٰ بھی ماننے پر مجبور ہوتا ہے۔ قانونی اقتدارِاعلیٰ عوام کے مذہبی اعتقادات اور رسمی اصولوں کے خلاف عمل کرے تو ایسا فیصلہ اُسے بہت مہنگا پڑتا ہے۔

5- عادتاً اطاعت

آسٹن کہتا ہے کہ عوام کی بہت بڑی اکثریت مقتدرِاعلیٰ کے احکامات کی عادتاً پیروی کرتی ہے۔ یہ بات بادشاہت اور آمریت میں تو ممکن ہے۔ جمہوری نظام میں ایسا نہیں ہوتا۔ عوام عادتاً پیروی نہیں کرتے۔ وہ صحیح فیصلوں پر عمل کرتے اور غلط فیصلوں کے خلاف احتجاج کرنے لگتے ہیں۔ شعوری طور پر اچھا مان کر ہی کسی فیصلے پر عمل کیا جاتا ہے۔

6- ریاست کی اجارہ داری

آسٹن اقتدارِاعلیٰ پر ریاست کی مکمل اجارہ داری قائم دیکھنا چاہتا ہے، حالانکہ انسانوں نے سیاسی ادارے یعنی ریاست کے ساتھ ساتھ کئی اقتصادی، مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی ادارے بنائے ہوئے ہیں اور وہ ان اداروں کے اندرونی معاملات میں ریاست کا عمل دخل ہرگز پسند نہیں کرتے۔ تکثیر پسند ریاست کی اجارہ داری کے آسٹن کے اصول کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔

7- قانونؔ مقتدرِاعلیٰ کا حکم

آسٹن قانون کو مقتدرِاعلیٰ کا حکم کہتا ہے، جو سراسر غلط ہے۔ قانون بنیادی طور پر رسم و رواج سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ابتدائی قانونی ڈھانچا ریاست سے پہلے قائم معاشرے کے مانے ہوئے اصول اور رسم و رواج پر مبنی تھا۔ قانون کو مقتدرِاعلیٰ کا حکم کہنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

اسلامی نظریہ اقتدارِاعلیٰ

(Islamic Theory of Sovereignty)

اسلامی ریاست میں اقتدارِاعلیٰ کسی فرد، جماعت، پارلیمنٹ یا عوام کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اُسی کی مرضی کے مطابق قانون سازی ہوتی ہے اور اُسی کی منشا کے تحت نظام چلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کا پتا اُس کے کلام پاک اور حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ وسلم کی سنت اور احادیث میں ملتا ہے۔ اسلامی ریاست میں عوام اور حکمران اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہوتے ہیں اور کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جا سکتا۔ خلیفہ اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہوتا ہے اور عوام کو خلیفہ کے فیصلوں پر تنقید کا حق حاصل ہوتا ہے۔

اسلامی نظریہ اقتدارِ اعلیٰ کے بنیادی اصول
(Basic Principles of Islamic Theory of Sovereignty)

-1 مطلق العنانیت

اسلام میں اقتدارِ اعلیٰ کو مطلق العنان حیثیت حاصل ہے اور یہ صرف رب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے بلکہ سب اُس کے رُوبرو جواب دہ ہیں۔ وہ قوی ہے اور مالک ہے۔ وہ حتمی فیصلے کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ مطلق العنانیت صرف اُسی ذات بابرکات کو ہی حاصل ہے۔

-2 لامحدود اختیارات

اللہ تعالیٰ کے اختیارات کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہر شے اُس کے سامنے بے بس ہے۔ اُس پر کوئی پابندی نہیں اور نہ وہ کسی معاملے میں مجبور ہوتا ہے۔ کائنات کے اندر کوئی شے اُس کے قبضہ سے باہر نہیں۔ وہ زمین اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اُس کے اختیارات پر پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

-3 ناقابلِ تقسیم

صرف اللہ تعالیٰ کا اقتدارِ اعلیٰ تقسیم نہیں ہوتا۔ کوئی دوسرا اس اقتدار کو استعمال نہیں کرتا۔ ہر کوئی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کا پابند ہے۔

-4 ناقابلِ انتقال

اللہ تعالیٰ کا اقتدارِ اعلیٰ ہمیشہ سے اُس کے پاس ہے۔ وہ کبھی کسی دوسری ہستی کو منتقل نہیں ہوتا، نہ کوئی اللہ تعالیٰ سے اُس کا اقتدارِ اعلیٰ چھین سکتا ہے۔

-5 پائیداری

اللہ تعالیٰ کا اقتدار دائمی اور پائیدار ہے۔ یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور قائم رہے گا۔ مغربی طرزِ جمہوریت ہو یا فوجی آمریت، ہر اقتدار کا ایک انجام ہے۔ کئی بادشاہ اور آمر آئے اور چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدار کو کبھی زوال نہیں آیا۔ وہ خود بھی اور اُس کا اقتدارِ اعلیٰ بھی لازوال ہے۔ ہر شے فنا ہو جائے گی، سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔

-6 منفرد حیثیت

اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اُس کا کوئی ہمسر نہیں۔ کوئی اُس کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے اختیارات میں کسی کی شرکت پسند نہیں کرتا۔ اگر وہ کسی کو اختیار دیتا ہے تو جب چاہے واپس لے لیتا ہے۔ وہ عزت بھی دیتا ہے اور ذلت بھی۔ سب کچھ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اُس جیسا نہ کوئی تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا۔ وہ خالق ہے، باقی سب کچھ اُس کی پیدا کردہ مخلوق ہے۔

-7 تسلسل

اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہر وقت قائم ہے۔ اُسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اُونگھ۔ کوئی ایسا وقت نہیں آتا کہ وہ خود آرام کرنے لگے اور اپنے اختیارات کسی دوسرے کو سونپ دے۔ وہ ساری مخلوق اور تمام دنیا کا محافظ ہے۔ حفاظت کا عمل اُسے تھکا نہیں دیتا۔ اُسے ہر شے، ہر واقعہ، ہر معاملے کا علم ہے۔ نت نئے نظام آئے اور ختم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کا مقام لازوال رہا ہے اور اس میں تسلسل بھی قائم ہے۔

8- ہمہ گیریت

کائنات میں کوئی مقام، ریاست، جزیرہ، سمندر، صحرا یا جنگل ایسا نہیں جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہو۔ ریاست میں ہر چیز پر اُس کا براہِ راست کنٹرول ہے۔ ریاست کے اندر مختلف عمال، شعبے اور تنظیمیں اُس کے ماتحت ہیں اور اُس کی مرضی کے مطابق اپنا اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ خلیفہ ایک اسلامی ریاست میں اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق حکومت چلاتا ہے۔ وہ من مانی نہیں کر سکتا اور وہ کوئی ایسا حکم دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے منافی ہو۔

مشقی سوالات

1- ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:۔

i- اگر یہ ختم ہو جائے تو ریاست بھی ختم ہو جاتی ہے:

(الف) حکومت (ب) مقننہ (ج) عدلیہ (د) اقتدارِ اعلیٰ

ii- اقتدارِ اعلیٰ کی خصوصیات میں سے غیر متعلقہ خصوصیت کی نشاندہی کریں:

(الف) پائیداری (ب) خوبصورتی (ج) مطلق العنانیت (د) جامعیت

iii- جس کے بنائے ہوئے قوانین میں ردوبدل یا ترمیم کی گنجائش نہیں:

(الف) مقننہ (ب) عدلیہ (ج) صدر (د) اللہ تعالیٰ

iv- عوامی اقتدارِ اعلیٰ کا سب سے بڑا حامی تھا:

(الف) تھامس ہابز (ب) لاسکی (ج) ژاں بوداں (د) روسو

v- جنرل ایوب خاں نے پاکستان میں مارشل لا لگایا:

(الف) 1952ء میں (ب) 1954ء میں (ج) 1956ء میں (د) 1958ء میں

vi- سوئٹزرلینڈ میں اقتدارِ اعلیٰ ہوتا ہے:

(الف) آئینی اقتدارِ اعلیٰ (ب) عوامی اقتدارِ اعلیٰ (ج) سیاسی اقتدارِ اعلیٰ (د) حقیقی اقتدارِ اعلیٰ

vii- تکثیر پسندوں کے اقتدارِ اعلیٰ میں نمایاں نام کون ہے:

(الف) آسٹن (ب) ژاں بوداں (ج) ارسطو (د) لاسکی

viii- اسلامی اقتدارِ اعلیٰ میں خلیفہ جواب ہوتا ہے:

(الف) پارلیمنٹ کو (ب) سربراہِ ریاست کو (ج) اللہ تعالیٰ کو (د) عوام کو

ix- انگریز فلسفی جان آسٹن نے اقتدارِ اعلیٰ کا قانونی تصور دیا:

(الف) 1832ء میں (ب) 1842ء میں (ج) 1852ء میں (د) 1862ء میں

x- فرانسیسی مفکر ژاں بوداں نے اقتدارِ اعلیٰ کا تصور دیا:

(الف) آٹھویں صدی میں (ب) گیارھویں صدی میں (ج) چودھویں صدی میں (د) سولھویں صدی میں

2- درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں:۔

i- اسلامی اقتدار اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟

ii- اقتدار اعلیٰ کا تصور کب اور کس نے دیا؟

iii- جان آسٹن نے اقتدار اعلیٰ کی کیا تعریف کی ہے؟

iv- اقتدار اعلیٰ کی جامعیت کا اصول غیر ملکی سفارت خانوں پر لاگو کیوں نہیں ہوتا ہے؟

v- اقتدار اعلیٰ کی منتقلی کے حوالے سے لائبر کیا کہتا ہے؟

vi- پاکستان کے حوالے سے قانونی اور واقعی اقتدار اعلیٰ کی تعریف کریں۔

vii- اقتدار اعلیٰ کے حوالے سے تکثیر پسندوں کے دو بنیادی اصول بیان کریں۔

viii- آسٹن کے نظریہ اقتدار اعلیٰ کی دو خصوصیات تحریر کریں۔

ix- اللہ تعالیٰ کی مطلق العنانیت سے کیا مراد ہے؟

x- تکثیر پسندوں کے نظریہ اقتدار اعلیٰ پر آج تک پوری طرح عمل نہ ہونے کی دو وجوہات بتائیں۔

3- درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں:۔

i- اقتدار اعلیٰ کا مفہوم واضح کریں نیز اس کے نمایاں خدوخال پر روشنی ڈالیں۔

ii- اقتدار اعلیٰ کی تعریف کریں اور اس کی اقسام کا جائزہ لیں۔

iii- تکثیر پسندوں کے نظریہ اقتدار اعلیٰ پر بحث کریں۔

iv- آسٹن/ وحدت پسندوں کا نظریہ اقتدار اعلیٰ بیان کریں۔

v- اسلامی نظریہ اقتدار اعلیٰ کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کریں۔